دو گروہ

عبدالرؤف تاجور

کسی ملک میں ایک گاؤں کے قریب ایک چھوٹی سی خوب صورت ندی بہتی تھی، جس کا پانی ٹھنڈا میٹھا اور بے حد فرحت بخش تھا۔ اسی ندی کے کنارے بہت سارے چھوٹے چھوٹے درختوں کے درمیان برگد کا ایک بہت گھنا درخت بھی تھا، جس کے چاروں طرف پختہ چبوترہ بنا ہوا تھا۔ گرمی کے موسم میں مسافر یہاں ستاتے، کچھ کھاتے پیتے اور دل چاہتا تو ندی میں نہا لیتے اور پھر اپنی راہ لیتے۔ اسی برگد کی شاخوں میں بہت سارے پرندوں نے اپنے اپنے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ انہی میں ایک گھونسلا بی فاختہ کا بھی تھا، جس میں وہ اپنے دو پیارے پیارے بچوں کے ساتھ سکون کی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ صبح سویرے اُٹھتی اور گاؤں کی طرف نکل جاتی اور وہاں سے دانہ دُنکا لا کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی۔ جب ان کا پیٹ بھر جاتا تو انھیں سلا کر خود اپنا پیٹ بھرنے نکل جاتی۔

ایک دن جب وہ اپنا پیٹ بھر کر لوٹی تو اس کے دونوں بچے غائب تھے اور ان کے ننھے ننھے دو چار پَر گھونسلے میں بکھرے ہوئے تھے۔ فاختہ کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کے بچوں پر کیا مصیبت ٹوٹی ہوگی۔ اس نے ایک دردناک چیخ ماری اور بے قرار ہو کر اِدھر اُدھر پھرنے لگی۔ درخت کے سارے پرندے گھبرا کر فاختہ کے گرد جمع ہو گئے: ''کیا ہوا...... کیا ہوا...... کیا بات ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو...... بولو، بتاؤ! آخر ہوا کیا ہے؟''

اور جب ان پرندوں کو بتایا گیا اس کے دونوں بچوں کو کوئی ظالم ہڑپ کر گیا ہے تو سب ہی کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں: ''اب ہماری بھی خیر نہیں۔''

کسی پرندے نے کراہ کر کہا: ''یہ ظالم آہستہ آہستہ ہم سب کو کھا جائے گا، مگر وہ ہے کون؟''

کوئی کچھ نہ بولا، کیوں کہ کسی نے اس ظالم کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ تب ایک توتا سامنے آیا: ''میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ کالے رنگ کا لمبا سا سانپ ہے، جو پتا نہیں کہاں سے آ کر سامنے والے سوکھے درخت کے کھوکھلے تنے میں رہنے لگا ہے۔''

''بس تو اب ہماری سلامتی کے دن ختم ہوئے۔'' کوئی پرندہ مایوسی کے عالم میں بڑبڑایا۔

''ہاں یہ سچ ہے۔'' توتے نے کہا: ''ہم سب مل کر بھی اس سانپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

''مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔'' مینا بولی: ''آؤ ہم سب مل کر اُلو بھائی کے پاس چلتے ہیں۔ وہ شاید اس مسئلے کا کوئی حل بتا سکیں۔ ان کی عقل مندی، تجربہ، سوجھ بوجھ اور دانائی ہم سب سے بڑھ کر ہے۔''

بی فاختہ کی دردناک چیخ سن کر اُلو بھائی بھی اپنی جگہ اُچھل پڑے تھے، لیکن اس کی وجہ جاننے کے لیے آنے سے قاصر رہے، کیوں کہ دن کی روشنی میں وہ اپنے گھونسلے سے کم ہی نکلتے تھے۔ بی فاختہ کی بات سن کر بھائی اُلو آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد چونک کر بولے: ''ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے، لیکن اس کے کارگر ہونے کی کچھ زیادہ اُمید نہیں۔ ویسے اسے آزمانے میں کیا حرج ہے؟''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔ آپ ترکیب بتایئے ہم اسے آزما کر دیکھیں گے۔''

تمام پرندے ایک ساتھ بولے۔

''جیسا کہ آپ سب نے دیکھا ہوگا۔'' بھائی اُلو نے ٹھہر ٹھہر کر بڑے دانش مندانہ انداز میں کہنا شروع کیا: ''اس ملک کا شہزادہ ہر ہفتے اپنے چند دوستوں کے ساتھ شکار کھیل کر اِدھر سے گزرتا ہے۔ تھوڑی دیر اس درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے۔ کچھ کھاتا پیتا ہے اور پھر ندی میں نہا کر اپنی راہ لیتا ہے۔ میرے حساب سے آج شہزادے کے یہاں آنے کا دن ہے۔ اگر وہ آجائے اور کپڑے بدل کر جیسے ہی ندی میں اُترے آپ میں سے کوئی اس کے گلے کا ہار اپنی چونچ میں دبا کر سانپ کے مسکن کے قریب ڈال دے۔ ہار کچھ بھاری ہوگا، اس لیے فاختہ بہن شاید اپنی چونچ سے نہ اُٹھا سکیں، البتہ ہمارا دوست کوا یہ کام کر سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔'' کوا رضا مند ہوگیا: ''مجھے بھی اپنی اور بچوں کی زندگی عزیز ہے۔''

سانپ کی بدقسمتی اور معصوم پرندوں کی خوش قسمتی سے تھوڑی دیر بعد ہی شہزادہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ برگد کے نیچے آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر سستانے اور کچھ کھانے پینے کے بعد وہ اور اس کے دوست ندی میں اُتر گئے۔ کوا تو تاک میں تھا ہی، اس نے ہار کو اپنی چونچ میں دبایا اور لے جا کر سوکھے درخت کھوکھلے تنے کے قریب ڈال دیا۔ سانپ اپنے مسکن میں موجود نہیں تھا۔ شاید شکار کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔ گھنٹہ بھر بعد لوٹا تو ہار کو اپنے مسکن کے قریب پڑا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

''یہ چمک دار چیز یہاں کیوں پڑی ہے، اور کس نے ڈالی ہے۔ میں جب باہر

جا رہا تھا تو یہ یہاں نہیں تھی۔ میرے جانے کے بعد کسی نے رکھ دی ہوگی، مگر کس نے اور کیوں۔'' سانپ بڑبڑایا اور پھن پھیلا کر چاروں طرف پُر تجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔ اسے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا، لیکن اس کی نوعیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسی لمحے شہزادہ نہا کر ندی سے باہر نکلا اور کپڑے بدلنے لگا تو ہار کو نہ پا کر چیخ پڑا۔

''میرا ہار...... میرا ہار...... کہاں گیا...... کون لے گیا۔ تلاش کرو...... تلاش کرو، یہیں کہیں ہوگا۔'' اس کے دوستوں نے برگد کے درخت کے نیچے کونہ کونہ چھان مارا، لیکن ہار کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔ چوری ہو جانے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، کیوں کہ شہزادہ اور اس کے دوستوں کے علاوہ حدِ نگاہ تک کوئی آدم زاد نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ہار کہاں غائب ہو گیا۔ کون اٹھا لے گیا۔ کچھ عجیب سی سمجھ میں نہ آنے والی صورتِ حال تھی۔

اچانک شہزادے کے ایک دوست کی نظر سوکھے درخت کی طرف اٹھ گئی اور حیرت سے چیخ پڑا: ''صاحبِ عالم! وہ دیکھیے سوکھے درخت کی طرف۔ آپ کا ہار وہاں پڑا ہے اور چور بھی موجود ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ سانپ کو مارنے ہی جا رہا تھا کہ شہزادے نے اسے روک دیا: ''خبردار سانپ کے قریب نہ جانا۔ بہت زہریلا لگتا ہے۔ میں خود اس کا علاج کرتا ہوں۔''

اتنا کہہ کر شہزادے نے اپنی کمان اٹھائی ترکش سے ایک تیر نکالا اور زمین پر بیٹھ کر تیر چلا دیا۔ اس کا نشانہ اتنا سچا اور پکا تھا کہ تیر سانپ کے پرخچے اُڑاتا ہوا سوکھے درخت کے تنے میں جا کر اٹک گیا۔

''واہ واہ سبحان اللہ! کیا سچا نشانہ ہے۔ زندہ باد۔ صاحبِ عالم زندہ باد!''

شہزادے کے دوست ایک ساتھ بول اُٹھے۔

سانپ کی ہلاکت سے پرندوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا اور دو واضح گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ شہزادے نے چوری کے الزام میں سانپ کو مار کر انصاف سے کام نہیں لیا۔ سانپ بے قصور تھا اور ہار کی چوری میں اس کا کوئی کردار نہیں تھا۔ وہ بے چارہ تو خود الجھن کا شکار تھا کہ ہار اس کے بل کے قریب کون رکھ گیا ہے اور کیوں رکھ گیا ہے۔ وہ ہار کی موجودگی کی وجہ جاننے کے لیے اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ شہزادے نے اسے چور سمجھ کر تیر چلا دیا۔ یوں سانپ اس جرم میں مارا گیا جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

اس کے برعکس دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں سانپ سے نجات چاہیے تھے، جو مل گئی۔ اس سے غرض نہیں کہ کیسے ملی اور کس نے دلائی۔ اگر شہزادہ سانپ کو ختم نہ کرتا تو پھر سانپ ہمارے بچوں کو ختم کر دیتا، اس لیے جو ہوا بہت اچھا ہوا۔ دونوں گروہ آج تک اپنی اپنی رائے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

آپ کسی دن صبح سویرے اُٹھیے اور کسی قریبی پارک میں جا کر کسی بڑے درخت کے نیچے کھڑے ہو جائیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہزاروں پرندے ایک ساتھ چیخ چلّا رہے ہیں، بحث کر رہے، اپنے حق میں دلیلیں دے رہے ہیں۔ کوئی پرندہ کسی دوسرے پرندے کی بات سننے کو تیار نہیں۔ ہر پرندہ اپنے خیال کو درست ثابت کرنے پُر بضد ہے۔

آپ ان دونوں گروہ میں کس کے خیال کو درست سمجھتے ہیں؟

☆☆☆